بحث ونظر

قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب

جناب اشہد رفیق ندوی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جسے اپنی بعض اہم خصوصیات کی بناپر تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے، قرآن کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی محفوظیت ہے جس کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید عہد نبوی میں جس صورت میں تھا بعینہٖ آج بھی اسی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے، اس کے الفاظ جملے، ترتیب کسی میں بھی ادنیٰ تغیر واقع نہیں ہوا ہے، ہمارے قدماء نے تدوین قرآن کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کی رو سے یہ تدوین تین مراحل میں مکمل ہوئی، اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں پورے قرآن کو مختلف اشیاء پر لکھا دیا تھا، دوم: حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں انھیں یکجا کرادیا اور آخر میں حضرت عثمانؓ نے جب یہ محسوس کیا کہ اہل عجم کے کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوجانے کی وجہ سے قراءتوں اور لب ولہجہ کے اختلاف سے فتنہ کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے، تو انھوں نے اس کے سدباب کے لیے چند جلیل القدر صحابہؓ پر مشتمل ایک ٹیم کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک مستند نسخہ تیار کرایا، یہ نسخہ دیگر مصاحف سے اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ اس میں قراءتوں کے اختلافات کو ختم کردیا گیا تھا اور اس کی سورتوں کی ایک مستقل ترتیب مقرر کی گئی تھی۔ اس نسخہ کے تیار ہوجانے کے بعد اس کی سات کاپیاں تیار کرائی گئیں اور انھیں مختلف اسلامی ریاستوں میں بھیج دیا گیا، ساتھ ہی یہ فرمان بھی جاری کردیا گیا کہ اسی مصحف کو اصل سمجھا جائے اور وہ تمام مصاحف نذر آتش کردیے جائیں جو اس سے مختلف ہیں[1]۔

مذکورہ بالا امور پر جملہ علماء امت کا اتفاق ہے، البتہ سورتوں کی ترتیب کے بارہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، پیش نظر مقالہ میں ان اقوال وآراء کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش

پیش کیا جارہا ہے جو سورتوں کی ترتیب سے متعلق مختلف دور کے علماء و مفسرین کے یہاں ملتی ہیں۔
سورتوں کی ترتیب کے سلسلہ میں تین رائیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) سورتوں کی ترتیب بھی آیات کی طرح توقیفی ہے[۲] انھیں بھی صاحب وحی نے حکم خداوندی کے مطابق اپنی زندگی ہی میں مرتب فرمادیا تھا۔

(۲) تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے، البتہ سورہ برأت کو حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں مصاحف کی ترتیب وتسوید کے وقت سیاق وسباق کی مناسبت سے سورہ انفال کے بعد رکھا گیا۔ اس لیے کہ غالبًا نزول کے اعتبار سے یہ آخری سورہ ہے۔ اس کا موقع ومحل ابھی متعین ہونا باقی تھا کہ آپؐ اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ بالآخر یہ کام صحابہ کرام کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا[۳]۔

(۳) ترتیب سور کا مسئلہ اجتہادی ہے، خلیفہ ثالث کے زمانہ تک کوئی متعین ترتیب نہ تھی ان کے زمانہ خلافت میں جب قرآن کی سہ بارہ تدوین ہوئی تو اسی وقت سورتوں کی ترتیب کو بھی قطعی شکل دی گئی۔

ان تینوں رایوں میں پہلی ہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے، اس مضمون میں صرف اسی سے تعرض کیا گیا ہے، دوسرے قول کے حامی صرف امام بیہقی ہیں، تیسرا قول معروف تو ہے لیکن دلائل کے اعتبار سے بہت ہی کمزور ہے، آخری دو رایوں پر انشاء اللہ الگ مضمون میں بحث کی جائے گی۔

جو حضرات سورتوں کی ترتیب کو توقیفی مانتے ہیں۔ ان کی ایک طویل فہرست ہے جس میں امام مالکؒ (متوفی ۱۷۸ھ) قاضی ابوجعفر احمد النحاسؒ[۶] (متوفی ۳۳۹ھ) ابوبکر الانباریؒ (متوفی ۳۲۸ھ) ابوالقاسم الکرمانیؒ (متوفی بعد ۵۰۰ھ) طیبیؒ[۹] (متوفی ۹۸۱ھ) امام بغویؒ (متوفی ۵۱۰ھ) ابراہیم ابن الزبیر الغرناطیؒ (متوفی ۷۰۸ھ) علامہ ابن حزمؒ (متوفی ۴۵۶ھ) ابن حصارؒ (متوفی ۶۵۷ھ) مولانا مودودیؒ (متوفی ۱۹۷۹ء) مولانا حمید الدین فراہیؒ (متوفی ۱۳۴۹ھ) ڈاکٹر صبحی صالح اور مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی خصوصًا قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے متعدد قرآنی آیات، بہت سی صحیح احادیث اور بیشمار عقلی ونقلی دلائل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قرآنی دلائل

(۱) قرآن کریم میں اس بات کی صراحت ہے کہ قرآن دنیا میں آنے سے پہلے "لوح محفوظ" کے اندر تھا:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (بروج: ۲۲)	بلکہ وہ باعظمت قرآن ہے، جو لوحِ محفوظ کے اندر ہے۔

جمہورِ امت اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں، تفسیر فتح القدیر میں ہے۔

ای مکتوب فی اللوح وھو ام الکتاب محفوظ عند اللہ من وصول الشیاطین[۱۸]	یعنی وہ الواح پر لکھا ہوا ہے یہی ام الکتاب ہے، اور بارگاہ خداوندی میں شیاطین کی پہونچ سے محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں علماء جمہور ہی کا یہ متفقہ فیصلہ بھی ہے کہ اللہ نے قرآن مجید کو لوح محفوظ سے پہلے "سماء دنیا" تک اتارا پھر یہیں سے بقدر ضرورت جستہ جستہ ۲۳ برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا[۱۹] ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں قرآن کی کوئی متعین ترتیب ضرور رہی ہوگی اور لوح محفوظ سے اتر کر سماء دنیا تک آنے والا قرآن بھی منتشر ٹکڑوں و متفرق اوراق پر مشتمل نہ رہا ہوگا، کیا کسی ترتیب کے بغیر بھی قرآن کے ان دونوں مراحل سے گزرنے کی صورت فرض کی جاسکتی ہے۔

(۲) قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کم از کم اپنے متن کی حد تک تمام اختلافات سے پاک ہو بصورت دیگر اس کا کلام الٰہی ہونا مشتبہ ہوجاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (نساء: ۸۲)	اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بہت واضح لفظوں میں کہا ہے کہ قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت و بقا ہمارے ذمہ ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹)	ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

دوسرے مقام پر یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ قرآن کی جمع و ترتیب، توضیح وتشریح اور قرأت وبیان سب ہمارے ذمہ ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (قیامہ: ۱۷-۱۹)	ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور اس کو سنانا تو جب ہم اس کو سنا چکیں تو تم اس کی پیروی کرو، پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کی وضاحت کرنا۔

لفظ 'جمع' کا ترجمہ اکثر مفسرین نے آنحضور کے سینے میں ثبت کر دینے یا جما دینے سے کیا ہے[۲۰] اس لیے کہ روایتوں میں ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ "جب جبریل علیہ السلام آپؐ کو وحی پڑھ کر سناتے تو آپؐ اسے جلدی جلدی یاد کرنے لگتے کہ مبادا کوئی آیت، جملہ یا لفظ ضائع نہ ہو جائے، چنانچہ آپؐ کے اطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ...... اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ یعنی آپ کو جلد بازی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے"[۲۱] لیکن بہت سے مفسرین نے جمع کے مفہوم میں "حفظ" کے علاوہ ترتیب وتدوین کو بھی شامل کیا ہے، حافظ ابن جریر طبریؒ، امام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس معنی کا بھی ذکر کیا ہے[۲۲] استاذ امام حمید الدین فراہیؒ نے سورہ قیامہ کی تفسیر میں لفظ "جمع" پر مفصل بحث کی ہے، اس میں اسی خیال کی ترجمانی کی ہے[۲۳] حضرت قتادہؓ سے بھی یہی معنی منقول ہے" ان علینا جمعه وقرانه یقول حفظه وتالیفه[۲۴]"

قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی واضح قرینہ موجود ہو یا لفظ کا ظاہری وحقیقی معنی موقع و محل کے اعتبار سے مناسب نہ ہو تو ایسی صورت میں مجازی معنی کو ترجیح دی جاتی ہے لیکن یہاں سیاق وسباق کے اعتبار سے جمع کا حقیقی معنی (جمع وتالیف) مراد لینا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کوئی ایسا واضح قرینہ بھی موجود نہیں ہے کہ ظاہری معنی مراد نہ لیا جائے۔ اس لیے ان لوگوں کی رائے زیادہ باوزن معلوم ہوتی ہے جنھوں نے لفظ 'جمع' کو اپنے حقیقی معنی پر باقی رکھا ہے۔ جہاں تک آیت کے شانِ نزول کا تعلق ہے تو یہ ترجمہ شانِ نزول کے ہرگز منافی نہیں بلکہ اس میں مزید وسعت وجامعیت پیدا کرتا ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ 'جمع' کا اصل معنیٰ اکٹھا کرنا، ترتیب دینا وغیرہ ہے۔

اگر اس سے مراد صرف 'حفظ' یا آنحضور کے قلب میں 'ثبت' کر دینا ہوتا تو اس کے لیے عربی زبان میں 'حفظ' ' 'وعی' اور 'اثبات' جیسے بہت سے الفاظ معروف و متداول ہیں جو بظاہر 'جمع' سے زیادہ موزوں و مناسب معلوم ہوتے ہیں، دوسرے تمام الفاظ کو چھوڑ کر یہاں لفظ 'جمع' کا استعمال کیا گیا ہے، یہ حسن انتخاب کسی مصلحت سے ہرگز خالی نہیں ہو سکتا۔[۲۵]

احادیث نبویؐ سے ثبوت

رسول اکرمؐ اور صحابہ کرام کے قول و عمل میں متعدد شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے ترتیب سور کے توقیفی ہونے کا ثبوت بہم پہونچتا ہے، مشہور روایت ہے کہ قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہو چکا ہوتا تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس کا دورہ کیا کرتے تھے، آخری بار رمضان میں آپ نے دو بار دورہ فرمایا جبکہ قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا۔ بخاری کی روایت ہے۔

عن عائشة عن فاطمة اسرّالی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان جبریل یعارضنی بالقرآن کل سنة وانه عارضنی العام مرتین ولا اراه الا حضر اجلی[۲۶]	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خصوصی طور پر یہ بتایا ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک دور کرتے تھے، انھوں نے اس سال (وفات کا سال) دو بار دورہ کیا، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میری موت آیا چاہتی ہے

ظاہر ہے کہ حضرت جبریلؑ اور آنحضورؐ کے درمیان یہ دورہ کسی ترتیب سے ہوا کرتا رہا ہوگا۔ تاریخ طبریؒ اور معارف ابن قتیبہ[۲۷] وغیرہ میں یہ صراحت بھی ہے کہ آپ کا یہ دورہ ٹھیک اسی ترتیب سے ہوا کرتا تھا جو آج قرآن میں موجود ہے۔

ایک دوسری روایت ہے۔

عن زرارة عن ابی اوفیٰ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال المرتحل	ابن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سا عمل سب سے افضل ہے، فرمایا

قیل ما الحال المرتحل	اترنا اور پھر سوار ہو جانا، پوچھا گیا اترنے
قال صاحب القرآن یقرأ عن	اور سوار ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا
اول القرآن إلى آخره ومن	قرآن داں جو قرآن کو اول سے آخر تک
آخره الى اوله كلما حال ارتحل[۲۹]	پڑھے پھر آخر سے اول قرآن کی طرف
	آجائے یعنی جب بھی قرآن ختم کرے پھر
	دوبارہ شروع کردے۔

رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قرآن کا اول و آخر کیا تھا۔ اس کی تشریح حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے حوالہ سے بڑی اچھی طرح کر دی ہے، نیز روایتوں سے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کا یہی معمول تھا، اس کے برعکس کوئی روایت یا اثر نہیں پایا جاتا۔

عن ابن عباس قال ابی بن کعب	ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابی بن
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کعبؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
كان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس	جب سورہ ناس پڑھتے (یعنی قرآن ختم
افتتح من الحمد لله. ثم قرأ من	کرتے) تو پھر الحمد للہ سے شروع کرتے
البقرة الى اولئك هم المفلحون	اور بقرہ کا پہلا رکوع پڑھ کر (اولئك
ثم دعاء الختمة[۳۰]	هم المفلحون تک) دعاء خاتمہ فرماتے۔

ان روایات کا مطلب بالکل واضح ہے کہ پورا قرآن مجید مرتب تھا جس کی ابتدا، سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہا سورہ ناس پر اور یہی وہ ترتیب ہے جس پر آنحضورؐ عمل پیرا تھے۔ ذیل کی سطروں میں مزید دو روایات نقل کی جارہی ہیں، ان میں صاحب وحیؐ نے چند سورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی ترتیب بھی ٹھیک وہی ہے، جو موجودہ مصاحف میں پائی جاتی ہے۔

(الف) عن ابن مسعودؓ انه صلى	ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول
الله عليه وسلم قال فى بنى اسرائيل	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ بنی
والكهف ومريم والانبياء انهن	اسرائیل، کہف، مریم اور انبیاء یہ عتاق
من العتاق الاول وهن من	اول ہے اور یہ میرا بڑا سرمایہ ہے۔
تلادى[۳۱]	

(ب) عن ابی امامۃ باھلی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول إقروا القرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعا لاصحابہ إقروا الزھراوین البقرۃ و آل عمران[۳۲]	ابوامامہ باہلی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قرآن مجید پڑھا کرو وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بنے گا اور دو خوبصورت سورتیں بقرہ و آل عمران پڑھا کرو۔

مذکورہ بالا روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ترتیب سور کا ذکر کیا ہے، مزید برآں مجموعۂ احادیث میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں جن سے یہ ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ آپ کا عمل پیہم بھی اسی ترتیب پر تھا صحابہ کرام بھی آپ کے تعامل کی اقتدا میں ہمیشہ اس کا التزام کرتے تھے، اس لیے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ سورتوں کی ترتیب آپؐ کی حیات مبارکہ ہی میں مقرر ہوگئی تھی، اسی وجہ سے نماز و تلاوت میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا، ذیل میں چند روایات بطور مثال نقل کی جارہی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الفجر یوم الجمعۃ بالم سجدۃ فی الرکعۃ الاولیٰ و فی الثانیۃ ھل اتیٰ علی الانسان[۳۳]	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں (اکثر) سورہ الم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ ھل اتیٰ علی الانسان (سورہ دہر) پڑھا کرتے تھے۔
عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی العیدین و فی الجمعۃ بسبح اسم ربک الاعلیٰ وھل اتاک حدیث الغاشیۃ[۳۴]	نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی قرات فرمایا کرتے تھے۔
عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لاینام حتی یقرأ	حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے

الم تنزيل وتبارك الذي[35]

الم تنزیل (سورہ سجدہ) اور تبارک الذی (سورہ ملک) ضرور پڑھا کرتے تھے۔

عن عبيد الله ان عمر بن الخطاب سأل واقد الليثي ما كان يقرابه رسول الله في الاضحى والفطر فقال يقرأ بق والقران المجيد واقتربت الساعة[36]

حضرت عمر بن الخطاب نے واقد لیثی سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں کیا پڑھا کرتے تھے تو انھوں نے کہا سورہ "ق" اور سورہ قمر (اقتربت الساعۃ)

عن حذيفة انه راى النبي صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل فصلى اربع ركعات قرا فيهن البقرة وآل عمران والنساء والمائدة والانعام[37]

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپؐ نے چار رکعت نماز پڑھی اور اس میں (بالترتیب) بقرہ، آل عمران، النساء، مائدہ اور انعام کی قرأت کی۔

عن عبيد الله بن رافع قال استخلف مروان ابا هريرة على المدينة وخرج إلى مكة فصلى لنا ابو هريرة الجمعة فقرأ سورة الجمعة في السجدة الاولى والآخرة اذا جاءك المنافقون فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرا بهما يوم الجمعة[38]

حضرت عبیداللہ بن رافع سے روایت ہے کہ ایک بار مروان حضرت ابوہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کرکے مکہ چلے گئے تو حضرت ابوہریرۃ نے ہم لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون کی قرأت کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن انہی دونوں سورتوں کی قرأت کرتے ہوئے سنا ہے۔

عن ابي هريرة قال سجدنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في اذا السماء انشقت واقرا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ انشقاق

باسم ربك الذی خلق۔[۳۹]

اور سورہ علق پر سجدہ کیا ہے۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا آوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرا قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس[۴۰]

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بستر پر جاتے تو پہلے اپنی مٹھیوں کو بند کرتے پھر اس میں دم کرتے، اس کے بعد قل ھو اللہ احد (سورہ اخلاص) قل اعوذ برب الفلق (سورہ فلق) اور قل اعوذ برب الناس (سورۂ ناس) کی قرآت فرماتے تھے۔

عن عقبۃ بن عامر قال اتبعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکب فوضعت یدی علی قدمیہ فقلت اقرئنی یا رسول اللہ سورۃ ھود وسورۃ یوسف فقال لن تقرأ شیئًا ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس[۴۱]

ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ انھوں نے کہا کہ (ایک بار) میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیا اور یہ گذارش کی کہ آپ مجھے سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا دیجئے، آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (معوذتین) سے زیادہ تیز پہونچنے والی سورہ تم نے پڑھی نہیں ہوگی۔

فقہ کی کتابوں میں یہ بات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ فرض نمازوں میں کن کن سورتوں کی تلاوت مسنون یا مستحب ہے، نیز ان کی ترتیب کیا ہے، اس سلسلہ میں "طوال مفصل، وساط مفصل اور قصار مفصل" کی تقسیم بھی معروف ہے، اہم بات یہ ہے کہ اس طرح کی ترتیب عہد نبوی میں بھی موجود تھی اور یہ نہ صرف اواخر قرآن بلکہ پورے قرآن مجید پر محیط تھی، جنھیں 'طوال' 'مئین' 'مثانی' اور 'مفصل' کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا، یہ تقسیم رسول اللہ سے مرفوعًا منقول ہے اور حدیث وتفسیر کی تمام ہی متداول کتابوں میں مذکور ہے، حافظ ابن جریر[۴۲] طبریؒ نے اس طرح کی تمام روایات کو یکجا کر دیا ہے تقریب فہم

کے لیے یہاں صرف صحاح کی ایک روایت کا نقل کرنا کافی ہوگا۔

عن واثلة بن الاسقع ان النبی	حضرت واثلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال:	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
اعطیت مکان التورات السبع	نے مجھے تورات کی جگہ سبع طوال عطا
الطوال واعطیت مکان الزبور	فرمائیں انجیل کی جگہ مثانی زبور کی جگہ
المئین واعطیت مکان	مئین اور مفصل مزید مرحمت
الانجیل المثانی وفضلت المفصل	فرمائیں۔

طوال: سے بقرہ تا برأۃ قرآن مجید کی سات سورتیں مراد ہیں، انھیں سبع طوال اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیگر سورتوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ بڑی ہیں۔

مئین: ان سورتوں کو کہتے ہیں جو کم ازکم سو یا اس سے زیادہ آیات پر مشتمل ہوں۔

مثانی: مئین کی بعد کی سورتوں کو کہا جاتا ہے، اس وجہ سے کہ یہ انہی کے مشابہ ہیں، لیکن فراء نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ ان سورتوں میں آیات سو سے کم ہوتی ہیں اور یہ طوال و مئین کے مقابلہ میں زیادہ پڑھی جاتی ہیں، اس وجہ سے انھیں مثانی کہتے ہیں۔

مفصل: سے الحجرات سے والناس تک کی سورتیں مراد ہیں، یہ سورتیں بالعموم چھوٹی ہیں اور ان کے درمیان بکثرت آیت بسم اللہ درج ہے۔ انہی فواصل کی وجہ سے انھیں مفصل کا نام دیا گیا ہے[۴۳]۔

روایت اپنی جگہ بالکل درست ہے اور اس کی صحت کو تمام محدثین نے تسلیم کیا ہے، روایت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ سورتوں کی یہ ترتیب عہد نبوی میں بھی معروف ومتداول تھی۔

صحابۂ کرام کا عمل

ترتیب سور کے توقیفی ہونے کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ومعمولات کے علاوہ صحابہ کرام کے عمل سے بھی واضح ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں۔

صحابۂ کرام کو قرآن مجید سے خصوصی شغف تھا، وہ بکثرت تلاوت کرتے اور اس میں غور وفکر کرتے ان حضرات کے شوق وشغف کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو بار بار ٹوکنا پڑا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ پورا قرآن ہر رات ختم کر لیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو سختی سے منع فرمایا اور کم از کم سات دن میں ختم کرنے کی تاکید کی۔[۳۷] اسی طرح کا واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا ایک مہینہ میں قرآن ختم کیا کرو" حضرت عبداللہؓ نے کہا "میں اپنے اندر اس سے زیادہ کی طاقت پاتا ہوں، حکم ہوا "بیس دن میں" گذارش کی کہ "میں اس سے بھی زیادہ طاقت پاتا ہوں" آنحضور نے فرمایا پندرہ دن میں" حضرت عبداللہؓ نے پھر کہا کہ "مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ ارشاد ہوا "دس دن میں" ابن عمرؓ نے پھر اپنی بات دہرائی اس بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات دن اب سے زیادہ کی اجازت نہیں۔[۳۸] اس مفہوم کی روایات اور بھی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یہاں بدیہی طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ ان اجلہ صحابہ کے ختم قرآن کا کیا طریقہ تھا، کسی متعین ترتیب سے وہ قراءت و تلاوت کرتے تھے یا ترتیب کے بغیر۔ عقل یہ کہتی ہے کہ بغیر کسی مقررہ ترتیب کے یہ عمل بہت مشکل ہے۔

عقلی دلائل

ان منصوصات و منقولات کے علاوہ ترتیب سور کے قائلین نے بہت سے عقلی دلائل بھی اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کیے ہیں، جن سے ان کی رائے کو مزید تقویت ملتی ہے۔

(۱) قرآن مجید بذریعہ تواتر نقل ہوا ہے، تواتر کا یہ التزام نہ صرف الفاظ، جملے اور آیات کی حد تک ہے، بلکہ ترتیب سور کے لیے بھی تواتر کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جمہور امت نے قرآن مجید کی متفقہ طور پر یہ تعریف کی ہے کہ "قرآن وہ کلام معجز ہے جسے محمد عربیؐ پر نازل کیا گیا جسے صحیفوں میں لکھا جاتا ہے اور جو آپ سے تواتر منقول ہے۔"[۳۹]

(۲) یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط و منظم کتاب ہے، اس کی تمام آیات و سور شیرازہ نظم میں پروئی ہوئی ہیں، اگر ان آیات و سور میں سے کسی ایک کا محل وقوع تبدیل کر دیا جائے تو شیرازہ نظم پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور قرآن کے ظاہری

محاسن اور معنوی خوبیاں سب جاتی رہتی ہیں، حسن ترتیب کا یہ انوکھا اعجاز انسانی سعی وعمل کے نتیجہ میں نہیں ہو سکتا، اس میں ضرور کوئی الٰہی قوت شامل ہوگی

" یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ متفرق چیزوں کو آپس میں منسلک و مربوط کرنے کے طریقے ان کی تعداد کے لحاظ سے اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ان کا گمان بھی اول نظر میں نہیں ہو پاتا، فرض کیجیے ۱-۲ کو آپ دو ترتیبوں سے رکھ سکتے ہیں (۱و۲ -۲و۱) لیکن اس میں ایک عدد اور بڑھا دیجیے اور تین عددوں کو آپس میں مرتب کرنا شروع کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اب انھیں تین نہیں بلکہ چھ طریقوں سے مرتب کیا جا سکتا ہے (۱-۲و۳ -۱و۳و۲- ۲و۱و۳ ۳و۱و۲ -۳و۲و۱) اب سات عددوں کو لیجیے اس کے ممکن طرق کی مجموعی تعداد (۲×۳×۴ ×۵×۶×۷) ۵۰۴۰ (پانچ ہزار چالیس) ہوتی ہے یعنی اگر سات سورتوں کو ترتیب دینا ہو تو پانچ ہزار چالیس طریقوں سے مرتب کیا جا سکتا ہے، اسی پر قرآن کی کل سورتوں کی ترتیب کا قیاس کیا جا سکتا ہے جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے گی، ایسی صورت میں ان لاکھوں طریقوں میں سے وہ طریقہ کیسے ہاتھ لگ گیا جو کہ ترتیب کا بہترین طریقہ تھا، اس کو محض بخت واتفاق نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ بخت واتفاق ایک یا چند مرتبہ یا اس سے کچھ زیادہ پیش آسکتا ہے، مگر ایک ہی طرح کے لاکھوں واقعات کو بخت واتفاق کسی طرح نہیں کہا جا سکتا اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ ترتیب سور انسانی نہیں بلکہ الہامی ہے۔[۵۹]

(۳) سورتوں کی ترتیب اگر زید بن ثابتؓ اور ان کے رفقاء کار کو اپنی مرضی کے مطابق دینا تھا تو انھیں ترتیب نزولی کے اعتبار سے مرتب کرنا چاہیے تھا یا پھر مضامین کے اعتبار سے سورتوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ مگر ان نفوس قدسیہ نے ان تمام سائنٹفک طریقوں کو چھوڑ کر ایک الگ طرز تالیف اپنایا اس کی صرف یہی ایک توجیہ سمجھ میں آتی ہے کہ انھیں ایسا ہی کرنے کا حکم دربار نبوی سے ملا ہوگا۔

یہ سوال بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جب صدیق اکبرؓ نے منتشر و متفرق ٹکڑوں اور اوراق کو ایک جلد میں جمع کرا دیا تھا[۶۰] تو ترتیب سور اپنے آپ مقرر ہو گئی، عہد عثمانی میں ترتیب و تسوید کے وقت از سر نو ترتیب کی کیا ضرورت پیش آگئی جبکہ ایک ہی کاتب حضرت زید بن ثابتؓ نے دونوں بار ترتیب دی تھی۔

(۴) تاریخ تدوین قرآن کی اصل بنیاد ان دو روایات پر ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی

صحیح' میں باب جمع القرآن کے تحت درج کیا ہے[۴۹] یہ روایات صحاح کی دیگر کتابوں میں بھی موجود ہیں، مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا کہ عہد عثمانی میں سورتوں کو از سر نو مرتب کیا گیا، بلکہ ان کتابوں میں یہ صراحت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے صدیق اکبرؓ والا مصحف منگایا اور اسی کی روشنی میں متعدد نقلیں تیار کرائیں، پھر اسے حضرت حفصہؓ کے پاس واپس کر دیا، انہی روایات میں اس کا بھی ذکر ہے حضرت عثمانؓ نے یہ اقدام حضرت حذیفہؓ کی اس شکایت کی بنا پر کیا تھا کہ قراءتوں اور لب ولہجہ کے کثرت اختلاف کے سبب قرآن کی حفاظت کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا مقصد محض انہی اختلافات کو مٹانا تھا۔ اگر اب تک سورتوں کی کوئی متعین ترتیب[۵۰] نہ تھی اور نہ ہی اس کی کوئی اہمیت تھی تو اچانک ایک نئی ترتیب مقرر کرنے اور اسے لازم قرار دینے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی، واضح رہے کہ حضرت عثمان غنیؓ پر ان کے معاندین نے بہت سے الزامات عائد کیے ہیں، لیکن قرآن کی ترتیب کے سلسلہ میں کوئی ایک الزام بھی نہیں پایا جاتا یہ بات بجائے خود ان کی برات کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(۵) یہ بات نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ احادیث نبویہ ہی میں کہیں اس کا ذکر پایا جاتا ہے کہ ترتیب سور کا حق صحابہ کرام کو دربار خداوندی یا بارگاہ رسالت سے تفویض کر دیا گیا تھا اس کے برعکس ایک متعین ترتیب سے قراءت کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل متواتر سے ثابت ہے، اس لئے اس بات پر یقین نہیں آتا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عثمان غنیؓ نے بغیر کسی دلیل کے سنت رسول کی مخالفت کی ہوگی، خود حضرت عثمانؓ اس سلسلہ میں کس قدر محتاط تھے۔ اس کا اندازہ بخاری کی حسب ذیل روایت سے کیا جا سکتا ہے۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان والذین یتوفون منکم الایۃ قال قد نسختہا الایۃ الاخری فلم تکتبہا قال تدعہا ابن اخی لا اغیر شیئا من مکانہ[۵۱]	حضرت ابن زبیر کا کہنا ہے کہ میں نے عثمان غنیؓ سے کہا کہ آیت والذین یتوفون تو فلاں آیت سے منسوخ ہو گئی ہے، آپ نے اسے نہ لکھتے یا یہ کہا کہ اسے چھوڑ دیتے۔ عثمان غنیؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! اسے باقی رہنے دو قرآن میں ادنیٰ تغیر بھی میں نہیں کروں گا۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ خدا و رسول کی جانب سے سورتوں کی ترتیب مقرر نہ تھی، ہر شخص کو یہ آزادی تھی جس طرح چاہے پڑھے، لیکن کچھ مخصوص مصلحتوں کی بنا پر عہد عثمانی میں اس کی ایک ترتیب مقرر کردی گئی اور اسی پر عمل درآمد کا فرمان جاری کردیا گیا، تو یہاں یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے اپنا یہ عظیم حق کیسے ہاتھ سے جانے دیا اور کسی نے اس کے خلاف ایک حرف نہیں کہا، جبکہ عہد خلافت راشدہ میں بعض ایسی نظیریں ملتی ہیں کہ خلیفہ وقت نے حالات وزمانہ کی رعایت سے بعض احکامات جاری کیے، لیکن امت کا ان پر اجماع نہ ہوسکا۔[۵۲]

(۶) جمہور امت کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کا رسم الخط بھی عہد نبوی میں متعین کردیا گیا تھا۔[۵۳] چنانچہ مصاحف میں آج بھی بعض ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کچھ الفاظ کا رسم الخط فن کتابت کے مطابق نہیں ہے۔ قدیم مصاحف میں یہ الفاظ جس طرح لکھے ہوئے تھے آج بھی بعینہٖ اسی طرح نقل کیے جاتے ہیں البتہ تلاوت کے وقت ان کی رعایت کرلی جاتی ہے، جیسے قرآن میں "مصیطر" (الغاشیہ:۲۲) لکھا ہوا ہے، لیکن اسے 'مسیطر' یعنی "س" سے پڑھا جاتا ہے، اسی طرح "ولاتقولن لشای" (کہف:۲۳) لکھا ہوا ہے۔ لیکن اسے "لشیءٍ" پڑھا جاتا ہے۔

کتابت کے علاوہ قرارت کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے، سورہ القیامہ آیت ۲۷ اور سورہ التطفیف آیت ۱۴ میں "من" "بل" کے بعد باریک خط میں "سکتہ" لکھا ہوا ہے اس کی تاریخ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات پر تھوڑی دیر سکتہ کیا ہے اس لیے ہر قاری قرارت کے وقت اس کا ضرور خیال رکھتا ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں جب رسم الخط تک کی تعیین کردی گئی اور صحابہ کرام نے آپ کی حرکات وسکنات کو بھی ضبط کرلیا اور اس کی نقل کو ضروری خیال کیا تو ترتیب سور جیسے اہم معاملہ کو کیونکر بعد کے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا گیا، ایک سوال یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ صحابہ کرام نے جب کتابت اور قرارت کے طریقوں میں کسی تغیر کو گوارا نہ کیا تو وہ ایسا کوئی اقدام کرنے کے لیے کیسے آمادہ ہوگئے جو بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل متواتر کے مخالف ہے۔

افراط وغلو

ترتیب سور کے قائلین میں بعض حضرات نے افراط وغلو سے کام لیا ہے، ان لوگوں

نے اپنے دعوی کے ثبوت کے لیے صحاح کی ان روایات کی بھی تضعیف کر دی ہے جن کی صحت و ثقاہت بہرحال مسلم ہے، ان میں علامہ تمنا عمادی کا نام خصوصاً قابل ذکر ہے، موصوف نے "صحاح کی احادیث جمع قرآن اور ان کی بے لوث تنقید"[۵۵] کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، جس میں متعدد صحیح احادیث کی بڑی بے دردی سے تضعیف کی ہے جیسا کہ رسالہ کے نام ہی سے ظاہر ہے، فرط جوش میں مصنف سے احترام صحابہؓ کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ دوسری اہم شخصیت مفتی عبداللطیف رحمانیؒ کی ہے، جو بخاری و ترمذی کے شارح ہیں اور زندگی کا بیشتر حصہ خدمت حدیث میں گذارا ہے، محترم مفتی صاحبؒ نے "تاریخ القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں زیادہ زور ترتیب کے اثبات پر ہی دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی علمی حلقوں میں بڑی پزیرائی ہوئی ہے، کتاب سے متاثر ہو کر مولانا ابو الکلام آزاد نے اس کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے۔

"محترم مصنف کو اسلامی علوم پر ایسا عبور ہے کہ عالم اسلام کے علماء جدید بھی شاید نہ سمجھتے ہوں اس رسالہ میں انھوں نے قرآن عزیز کی تاریخی بحث علمی عدالت میں اس انداز سے اٹھائی ہے جس طرح ایک باصلاحیت وکیل فریق مخالف کے ناپاک ارادوں پر وار کرے اور اس کے ہر فریب تخیل کے ہر پیچیدہ موڑ پر سخت گرفت کرے اور اپنے مقدمہ کی تکمیل میں کوئی کسر نہ چھوڑے"[۵۶]

اس میں شک نہیں کہ علمی، تاریخی اور تحقیقی حیثیت سے اس کتاب کی بڑی اہمیت ہے، لیکن مؤلف بھی اعتدال کی "خط مستقیم" پر قائم نہ رہ سکے ہیں اور استدلال میں متعدد مواقع پر چوک ہوگئی ہے، ترتیب آیات و سور کے ثبوت کے لیے روایات بخاری کی تردید و تضعیف کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لیے کہ ان روایات میں ترتیب آیات یا ترتیب سور کا کہیں ذکر نہیں ہے۔[۵۷] روایات پر سند و متن ہر دو اعتبار سے کلام کیا گیا ہے، سند میں ابن شہاب زہریؒ کو ساقط الاعتبار قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے اور متن کی صداقت کو مشکوک کرنے کے لیے بہت سے شکوک و شبہات وارد کیے گئے ہیں۔ جبکہ ابن شہاب زہری کا پایہ تمام محدثین کے نزدیک مسلم ہے۔ اس کے علاوہ ان کے متابع بھی پائے جاتے ہیں[۵۸]

حواشی وحوالہ جات

۱؎ السیوطیؒ، الاتقان فی علوم القرآن ۔ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۷۸ء ج ۱ ص ۷۶ - ۷۹ بدرالدین الزرکشی ۔ البرہان فی علوم القرآن، دارالاحیاء الکتب العربیہ، ۱۹۵۷ء ج ۱ ص ۲۳۳ - ۲۴۱ — الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، دارالاحیاء الکتب العربیہ (بدون تاریخ) ج ۱ ص ۲۳۹ — ۲۵۵ مناع القطان مباحث فی علوم القرآن، موسستہ الرسالۃ ۔ بیروت، طبع ہفتم، ۱۹۸۰ء ص ۱۲۳ - ۱۳۴

۲؎ توقیفی: اس ترتیب کو کہتے ہیں جو وحی الٰہی کے ذریعہ مقرر کی گئی ہو، اور اجتہادی سے مراد وہ ترتیب ہوا کرتی ہے جسے صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے مقرر کیا ہو۔

۳؎ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۸۴ و مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۳۴۹ - ۳۵۰

۴؎ ایضاً ۵؎ الاتقان ص ۸۲ ۶؎ ایضاً ص ۸۳ ۷؎ ایضا ص ۸۲ ۸؎ ایضا ص ۸۳

۹؎ ایضاً ص ۸۳ ۱۰؎ ایضاً ص ۸۳ ۱۱؎ ایضاً ص ۸۳ ۱۲؎ ابن حزم الظاہری، کتاب الفصل فی الملل والاہواء النحل، مطبعہ خیاط، بیروت (بدون تاریخ) ج ۴ ص ۲۲۱ ۱۳؎ الاتقان ص ۸۳

۱۴؎ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۷ء ج ۱ ص ۲۸

۱۵؎ حمیدالدین فراہی، تفسیر سورۃ القیامہ، الدائرۃ الحمیدیہ ومکتبہا، طبع ثانی ۱۴۰۲ھ ص ۲۵ - ۲۸ نیز دیکھئے مذکورہ تفسیر کا اردو ترجمہ (مترجم مولانا امین احسن اصلاحی) ص ۴۸ - ۵۲

۱۶؎ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن مطبعہ جامعۃ دمشق ۱۹۶۲ ص ۷۲

۱۷؎ ملاحظہ ہو، حضرت تھانوی کی مشہور تفسیر بیان القرآن میں سورتوں کی شروعات وخاتمہ کے مباحث۔

۱۸؎ الشوکانی، فتح القدیر، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۳۵۱ھ ج ۵ ص ۳۲۴ ۱۹؎ محمد علی الصابونی، التبیان فی علوم القرآن، مکتبہ الغزالی، دمشق ۱۹۸۱ء ص ۲۹ - ۳۰ ۲۰؎ دیکھئے، فخرالدین الرازی، التفسیر الکبیر ج ۳۰ ص ۲۲۴ ۔ وابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۸۰ء ج ۴ ص ۴۴۹، ابوالقاسم جاراللہ الزمخشری الکشاف ۔ دارالمعرفۃ، بیروت (بدون تاریخ) ج ۴ ص ۱۹۱ ۔ ابوالسعود العمادی، تفسیر ابی السعود، داراحیاء التراث العربی ج ۹ ص ۶۷ ۔ قاضی بیضاوی، التفسیر البیضاوی ۔ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ۔ ج ۳ ص ۲۰۱

۲۱؎ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ القیامۃ ۔ حدیث وتفسیر کی تمام ہی کتابوں میں یہ روایات متعدد طرق سے نقل ہوئی ہیں۔

۲۲؎ ابن جریر الطبری، تفسیر طبری، المطبعۃ المیمنیۃ، مصر (بدون تاریخ) ج ۲۹ ص ۱۰۲

والتفسیر الکبیر (للرازی) جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۴ ؎ آلوسی، تفسیر روح المعانی، ادارہ الطبعۃ المنیریہ مصر ج ۲۹ ص ۱۲۲

؎۲۳ تفسیر سورۃ القیامۃ ص ۲۵-۲۸۔ ؎۲۴ تفسیر طبری ج ۲۹ ص ۱۰۲

؎۲۵ تفصیل کے لیے دیکھئے، امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۰ء ج ۸ ص ۸۶ ؎۲۶ صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن الخ

؎۲۷ بحوالہ عبدالقیوم ندوی، قرآن اور اس کی تعلیمات، محمد زبیر ٹکسال، لکھنؤ (بدون تاریخ) ص ۸۸

؎۲۸ ابو محمد عبداللہ بن مسلم، المعارف لابن قتیبہ، تحقیق ثروت عکاشہ، مطبع دارالکتب، ۱۹۶۰ء ص ۲۶

؎۲۹ یہ روایت ترمذی اور دارمی دونوں میں ہے، لیکن روایت کا دوسرا حصہ صرف دارمی میں ہے دیکھئے امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب القرارت (باب بلا عنوان) وامام دارمی، سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن باب فی ختم القرآن ۔ ؎۳۰ دارمی ایضًا

؎۳۱ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن

؎۳۲ ولی الدین التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول۔

؎۳۳ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب القرآۃ فی الصلوٰۃ ۔ ؎۳۴ ایضًا

؎۳۵ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الملک ۔

؎۳۶ مشکوٰۃ المصابیح، ابواب القرآۃ فی الصلوٰۃ، الفصل الاول۔

؎۳۷ امام ابوداؤد السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ

؎۳۸ مشکوٰۃ المصابیح، ابواب القرآۃ فی الصلوٰۃ، الفصل الاول۔

؎۳۹ امام نسائی، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب السجود فی اذا السماء انشقت ۔

؎۴۰ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، وامام احمد بن حنبل، مسند احمد، کتاب الاذکار والدعوات، باب مایقال من الاذکار غیر القرآنیہ عند النوم۔

؎۴۱ ایضًا ۔ باب الفضل فی قرآۃ المعوذتین۔

؎۴۲ تفسیر طبری، محقق احمد محمد شاکر، دارالمعارف مصر جلد اول ص ۱۰۰-۱۵۰

؎۴۳ مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۵

؎۴۴ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن

؎۴۵ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب فی کم یقرأ القرآن۔

؎۴۶ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن (اردو ترجمہ غلام احمد حریری) تاج کمپنی نئی دہلی ۱۹۸۶ء ص ۳۰

۴۷ سید صدیق حسن، جمع و تدوین قرآن۔ دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۶۴ء صد ۵۵ (ملخصاً)

۴۸ الاتقان ج ۱ صد ۷۶، ومناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ صد ۲۴۳۔

۴۹ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، و باب تالیف القرآن

۵۰ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۵۴ ج ۱ صد ۱۳ و غلام ربانی تاباں تدوین قرآن۔ مکتبہ برہان، ۱۹۷۱ء، صد ۱۰۸

۵۱ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ البقرہ، باب فی قولہ تعالیٰ والذین یتوفون منکم الآیہ۔

۵۲ ان مباحث کی تفصیلات کے لیے دیکھیے مولانا تقی امینی، احکام شرعیہ میں زمانہ وحالات کی رعایت ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۷۰ء اور ماہنامہ تجلی (دیوبند) کا طلاق نمبر

۵۳ مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ صد ۲۷

۵۴ یہ رسالہ طلوع اسلام (پاکستان) کے اگست وستمبر ۱۹۵۲ء کے مشترکہ شمارہ میں یکجا شائع ہوا ہے، راقم الحروف نے اسی سے استفادہ کیا ہے، سنا ہے کہ اب یہ الگ سے کتابی صورت میں بھی دستیاب ہے۔

۵۵ حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی نئی دہلی سے حال ہی میں اس کا نیا اڈیشن منظر عام پر آیا ہے۔

۵۶ حوالہ سابق صد ۱۵ ۵۷ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔

۵۸ ابن ابی داؤد السجستانی، کتاب المصاحف صد ۱۲-۲۶ میں تمام متابعات یکجا جمع کر دیے گئے ہیں۔

مسلمان عورت کے حقوق
اور ان پر اعتراضات کا جائزہ

مصنف
مولانا سید جلال الدین عمری

جس کے مباحث کا اندازہ اس کے عنوانات سے ہی کیا جا سکتا ہے

• آزادیٔ نسواں کا مغربی تصور • مسلمان عورت کے حقوق — اعتراضات کا جائزہ —

۱۔ مرد کی حکومت۔ ۲۔ حجاب کی بندشیں۔ ۳۔ عورت کا معاشی مسئلہ۔ ۴۔ مہر کی نوعیت اور اس کے احکام۔ ۵۔ تعدد ازدواج۔ ۶۔ طلاق کا مسئلہ۔ ۷۔ مطلقہ کا نفقہ۔ ۸۔ خلع کی نوعیت۔ ۹۔ عورت کا حق وراثت۔ ۱۰۔ عورت کا قصاص۔ ۱۱۔ عورت کی دیت۔ ۱۲۔ عورت کی شہادت۔ ۱۳۔ عورت اور سیاسی قیادت۔

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی ۶